سید کاشف گیلانی

نعت

مرے اپنے مجھے جب قبر میں پیاسا اتار آئے
فرشتے لے کے جنت سے شرابِ خوش گوار آئے

مہک اٹھیں فضائیں گلستانِ آدمیت کی
حضور آئے تو دامن میں لئے فصلِ بہار آئے

کوئی دن کے لئے اس در پہ رکنا کوئی رکنا تھا
بہت ہی مضطرب پہنچے بہت ہی بے قرار آئے

خدا جانے کشش کتنی نبی کی ذات میں ہوگی
گئے تھے قتل کرنے جو دل و جاں اپنے ہار آئے

وہ کیسے لوگ تھے جن کو نبوت سے عداوت تھی
خدا شاہد مجھے تو ان کے پیاروں پر بھی پیار آئے

یہ مجبوری ہے طیبہ سے ہمیں ہے لوٹ کر آنا
اگر انساں کے بس میں ہو یہاں پر بار بار آئے

کچھ اس میں شک نہیں لمحے وہی تھے زیست کا حاصل
وہی لمحے جو کاشفؔ ہم مدینے میں گزار آئے

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

اک خوف ِ مسلسل کہ مسلط ہے سروں پر
اک خون کی بارش ہے برستی ہے گھروں پر

اپنے ہی خدوخال میں دھندلائے ہوئے سے
الزام عبس دھرتے ہیں آئینہ گروں پر

اب دیدہ وری دور ہوئی دیدہ وروں سے
اب راز کوئی کھلتا نہیں دیدہ وروں پر

جب تک ہے یہی شہر کا معیارِ فضیلت
دستار نہ رکھیں گے کبھی اپنے سروں پر

صورت سے تیری شہرتِ آشفتہ سراں ہے
احساں ہے تیرا یہ بھی تو آشفتہ سروں پر

اک زخم شفق رنگ ،صلہ تیری نظر کا
کافی ہے کرم تیرا یہی دربدروں پر

تھک ہار کے یوں دشت میں سب بیٹھ گئے ہیں
ہے چاپ بھی قدموں کی گراں ہمسفروں پر

مٹی کی صلابت پہ نظر کس کی پڑی تھی
الزام ہے اب کیسا بھلا کوزہ گروں پر

سورج کی کڑی دھوپ میں نکلے تھے سفر کو
اک برف کی چادر کو لئے اپنے سروں پر

پھولوں کی رفاقت کا کرشمہ ہے کہ خالدؔ
ہر رنگ سجا دیکھا ہے تتلی کے پروں پر